ڈاکٹر دلشاد بیگم *

سلام کی شرعی اہمیت وفضیلت

السلام علیکم:

السلام علیکم کے لغوی معنی ہے 'سلامتی ہو تم پر' اور اصطلاح شریعت میں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ ہو اور آپ پر سلامتی ہو جیسے کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ (خدا حافظ) تو اسی معنی سے السلام علیکم کے معنی ہوئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہمیشہ رہیں، ہر قوم و مذہب میں ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے، اسی طرح اسلام میں سلام باہمی اخوت و محبت کا قوی اور عظیم وسیلہ ہے، جیسے بعض علماء کا قول ہے کہ سلام ایک ایسی چابی ہے جو دلوں کے تالوں کو کھول کر رکھ دیتی ہے اور دلی کدورتوں کو صاف کرتی ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپ کسی سے متعارف ہوں یا نہ ہوں، سب کو سلام کہنا چاہیے اور حدیث ابی ہریرہؓ میں آپؐ نے فرمایا۔

''قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جب تک ایمان نہ لاؤ گے جنت میں داخل نہ ہو سکو گے اور جب تک باہمی محبت نہیں کرو گے ایماندار نہیں ہو سکتے' کیا میں آپ کو ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے کرنے سے باہمی محبت زیادہ ہوتی ہے؟ وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام عام کرو'' (رواہ مسلم)

سلام سے نہ صرف محبت بڑھتی ہے بلکہ اس سے ایمان قوی ہوتا ہے اور یہی سلام کہتے ہوئے مومن جنت میں داخل ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام دنیا و آخرت میں باعث سلامتی ہے۔

سلام ایک بہترین اور پاکیزہ تحفہ ہے:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها
''تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر''

چنانچہ امت مسلمہ کی باہمی محبت اور الفت کا ذریعہ شریعت اسلامیہ نے یہ قرار دیا ہے کہ جب مسلمان بھائی اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: تهادوا تحابوا

---

* پرنسپل گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج، پشاور

یعنی حدیث سے ثبوت ملتا ہے کہ باہمی محبت بڑھانے کیلئے تحفہ تحائف دیا کرو'اور مسلمان کا باہمی ہدیہ اور تحفہ سلام سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مسلمان کی باہمی اور الفت کی پہچان کا واضح ذریعہ سلام ہی ہوسکتا ہے اور اسی طرح کسی کے مسلمان ہونے کی پہچان کا اہم ذریعہ بھی سلام ہی ہوسکتا ہے' چنانچہ خداوند کریم کتاب مقدس میں فرماتے ہیں'

فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیة من عند الله مبارکة طیبة (سورہ النور۔۶۱)

جب تم گھروں میں داخل ہوتو ایک دوسرے پر سلام کہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے' اور یہ سلام جنتیوں کا شعار ہوگا جیسا کہ قرآن مقدس میں ارشاد ہے:

تحیتهم فیها سلام (سورہ نور۔۲۳)

اور ان مبارک کلمات کے ساتھ فرشتے مومنین کا استقبال کریں گے' جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

و قال لهم خزنتها سلام علیکم طبتم فادخلوها خلدین (سورہ زمر۔۸۳)

اور یہی وہ ہدیہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے مہمان ان کے لئے لائے تھے' جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذاریات کی آیت نمبر ۲۵ میں بیان کیا ہے:

اذ دخلوا علیه فقالوا سلاماً قال سلام

یعنی جب حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتے بطور مہمان آئے تو آپ پر سلام عرض کیا اور اس کا جواب آپ نے سلام سے ادا کیا۔

<u>سلام مسلمان کے حقوق میں سے ہے:</u>

سلام مسلمان کے حقوق میں سے ایک اہم حق ہے ایک حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ''مسلمان کے مسلمان پر جو حقوق ہیں۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا وہ کون سے حقوق ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی کو ملے تو سلام کہے جب کوئی دعوت دے تو دعوت قبول کرے' جب کوئی نصیحت کا خواہشمند ہوتو اس کو نصیحت کرے جب کسی کو چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہے' بشرطیکہ چھینکنے والا الحمدللہ کہے' جب کوئی بیمار ہوتو اس کی تیمارداری کرے جب کوئی فوت ہوجائے تو اس کا جنازہ پڑھے۔ (صحیح مسلم مع شرح النوری جلد ۱۴' ص ۱۴۳' طبع مصر ۱۹۶۴)

ایک اور حدیث میں یوں وارد ہوا ہے کہ سلام راستہ کے حقوق میں سے ہے' حضرت ابوسعید الخدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''راستے میں بیٹھنے سے پرہیز کرو' صحابہ کرامؓ نے سوال کیا! اے اللہ کے رسولؐ ہمیں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ ہم آپس میں باتیں کرتے ہیں' آپؐ نے فرمایا اگر تم بیٹھنا ہی چاہتے ہوتو پھر راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ نے پوچھا کہ راستے کا کیا حق ہے' اے اللہ کے رسولؐ؟ آپؐ نے فرمایا کہ آنکھوں کا نیچا رکھنا' تکلیف دہ چیز کا دور کرنا' اور سلام کا جواب لوٹانا' اچھی بات کا حکم دینا' اور برائی سے روکنا۔ (مسند احمد' جلد دوم ص ۶۸)

سلام کا آغاز:

سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے' جیسے کہ سورۃ حشر کی آخری آیت میں ہے۔

هو الله الذى لااله الا هو الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون (سورۃ الحشر آیت ۲۳)

اس آیت اور کتب احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ سلام کی مشروعیت کا آغاز تخلیق آدمؑ سے بھی پہلے ہوا ہے' جیسا کہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کا جسم مکمل کیا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا جاؤ اور ان بیٹھے ہوئے فرشتوں پر سلام کہو اور ان کا سلام سنو جو وہ کہیں گے تیرا اور تیری اولاد کا یہی سلام ہوگا' پھر آدم نے السلام علیکم کہا' فرشتوں نے بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔

سلام کی شرعی حیثیت

دراصل سلام کہنا اور اس کا جواب دینا واجب ہے' لیکن بہت سارے علماء جن مین ابن عبدالبر وغیرہ شامل ہیں اس طرف گئے ہیں کہ سلام کہنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ انہوں نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۶ سے استدلال کیا ہے: و اذا حييتم بتحية فحيوا ابا حسن منها او ردوها

اور اسی طرح جب کوئی گھر میں داخل ہو تو اسے سلام کی ابتداء کرنی واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

فاذا دخلتم بيوتا فسلموا على انفسكم ۔ (سورۂ نور ۶۱)

اور اس کے علاوہ عام حالات میں اگر ایک جماعت میں سے ایک آدمی بھی سلام کہہ دے تو سب کی طرف سے کافی ہے' کیونکہ اس عام سلام کا حکم علماء کے نزدیک سنت ہے۔ لیکن اگر سب کے سب کہنا چاہیں تو پھر بھی اس میں قباحت نہیں بلکہ یہ صورت بہتر ہے' اسی طرح ایک جماعت پر سلام کہا جائے تو ایک آدمی کا جواب سب کی طرف سے کفایت کرتا ہے اور اگر اکیلا آدمی ہو تو اس پر سلام لوٹانا واجب ہے' بعض علماء کے نزدیک سب پر جواب دینا واجب ہے لیکن راجح یہ ہے کہ ایک آدمی کا جواب دینا اس کے دوسرے سب ساتھیوں کی طرف سے کفایت کرتا ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

يجزى عن الجلوس ان يرد احدهم (الحدیث) (ابوداؤد و شعب الایمان)

جیسے سلام کی اہمیت ملاقات کرتے وقت ہے ایسے ہی رخصت ہونے کی وقت ہے' کیونکہ دونوں کی مستقل ایک حیثیت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ فلما يسلم عند اللقاء يسلم عند الفراق فان الاولى ليست باحق من الاخرة (ترمذی اردو مترجم طبع لاہور۔ باب استیذان حدیث ۱۶۱۲)

سلام کا مستحق:

سلام مسلمان کا شعار ہے اور اس شعار کا اہل کوئی کافر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی غیر مسلم سلام کا مستحق ہے' ایک

حدیث میں نبی کریمؐ سے پوچھا گیا

ای الاسلام خیر قال تقر السلام علی من عرفت و من لم تعرف (الحدیث)

(بخاری باب استیذان حدیث ۳۱۹ اردو مترجم)

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی ملے چاہے تمہیں اس کے اسلام کا علم ہو یا نہ ہو اسے سلام کہہ دو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کو اس کے مسلمان ہونے پر کوئی شک نہیں تو اس کو سلام کہو اور عموماً اس حدیث کا مصداق بلاد اسلامیہ پر زیادہ مناسب ہے جہاں کسی غیر مسلم کو پائے جانا احتمال کم ہو اگر کوئی آدمی غیر مسلم ملک میں ہو جہاں کثرت کفار کی ہو اور شکل وصورت میں بھی اشتباہ ہو تو وہاں پہلے تسلی کر کے پھر سلام کہنا چاہیے اگر کوئی شخص مذکورہ حدیث اور سلام کے بارے میں وارد شدہ عام احادیث سے استدلال کر کے غیر مسلمین پر سلام کرنا جائز قرار دیتا ہے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ حضورؐ نے فرمایا "سلام کی ابتداء یہود اور نصاریٰ سے مت کرو اور جب ان کو راستے میں ملو تو ان کو ایک طرف چلنے پر مجبور کرو تاکہ وہ تمہارے درمیان حائل نہ ہو اور اگر وہ سلام کہے تو اسکے جواب میں وعلیکم السلام نہیں کہنا چاہیے بلکہ صرف علیکم یا وعلیک کہہ دینا چاہیے کیونکہ ان کی طبیعت میں دھوکہ ہی ہوتا ہے وہ کبھی یہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کی سلامتی کیلئے دعا کرے۔ بلکہ اسکے برعکس چاہتے ہیں جیسا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا یعنی جب یہود تمہارے پاس سے گزرتے ہیں تو السام علیکم کہتے ہیں یعنی تمہارے لئے موت کی بددعا کرتے ہیں تم کہہ دیا کرو "وعلیک" کہ تم پر ہو (مسلم مع شرح النووی جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۲)

سلام کی فضیلت:

چونکہ سلام کے ساتھ باہمی اخوت قوی تر ہوتی ہے اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے اسلئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ان اولی الناس باللہ من بداھم بالسلام (ابوداؤد مع تہذیب ابن قیم جلد)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین انسان وہ ہے جو سلام کہنے میں پہل کرے۔"

اور دوسری حدیث میں یوں ہے کہ: حضرت عمران بن حصینؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

"ایک آدمی نبی کریمؐ کے پاس آیا اور اس نے "السلام علیکم" کہا تو آپؐ نے فرمایا یہ دس نیکیوں کا مستحق ہے پھر دوسرا شخص آیا اس نے کہا کہ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے بیس نیکیاں ہیں پھر تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو آپؐ نے فرمایا اس شخص کو تیس نیکیاں ملی ہیں"

اور ایک دوسری حدیث میں ذکر آتا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ (ابوداؤد کتاب ادب ص ۲۶۸)

مجلس سے اٹھتے وقت سلام کرنا:

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب کوئی مجلس میں بیٹھنے لگے تو سلام کہہ دے اور جب کوئی اٹھنے لگے تو

بھی سلام کہہ دے' کیونکہ دونوں کی حیثیت مستقل ہے۔(ابوداؤد'باب استیزان'ص۲۶۴)

عورتوں پر سلام کہنے کا حکم:

جہاں تہذیبی مفاسد کا خدشہ نہ ہو وہاں سلام کی مشروعیت میں مرد و زن کا کوئی فرق نہیں' جیسا کہ حدیث پاک سے عورتوں پر نبی کریمؐ کے سلام کہنے کا ثبوت ملتا ہے''حضرت اسمٰا بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ مسجد نبوی سے گزر رہے تھے اور عورتوں کی ایک جماعت کو بیٹھے ہوئے پایا تو ان کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔(ترمذی استیزان'ص۱۶۴) لیکن جب اپنے گھر میں داخل ہوتے ہو تو اہل وعیال پر سلام کہنا بدرجہ اولیٰ بہتر ہے بلکہ ضروری ہے۔

بچوں پر سلام:

حضرت یسار فرماتے ہیں کہ میں حضرت ثابت البنانی کے ساتھ جارہا تھا کہ راستے میں کچھ بچوں پر گزر ہوا حضرت ثابت نے ان پر سلام کہا' پھر فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ آپؓ نے فرمایا کہ میں حضورؐ کے ساتھ جارہا تھا کہ آپؐ کا کچھ بچوں پر گزر ہوا تو آپؐ نے انہیں السلام علیکم کہا۔(ترمذی کتاب الاستیذان)

'اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے حقوق میں چھوٹے اور بڑے کی تمیز نہیں کرنی چاہیے البتہ یہ خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ ان بچوں کے اندر سلام کا جواب دینے کی صلاحیت ہو۔

دوسرے کی طرف سلام پہنچانا:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ نبی کریمؐ نے انہیں جبرائیلؑ کا سلام پہنچایا تو سیدہ ام المومنین نے جواب میں علیہ السلام ورحمۃ اللہ فرمایا۔

سلام کے متبادل الفاظ:

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے اسلامی شعار کی حفاظت کرے اور اسے اسی صورت میں قائم رکھے جیسے کہ نبی کریمؐ نے سکھایا ہے' لہٰذا سلام کا کوئی متبادل لفظ جائز نہیں' کیونکہ زمانہ جاہلیت میں اس قسم کی عادت پائی جاتی تھی لیکن آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کے بعد تمام عادات کو ختم کرکے صرف سلام سکھایا گیا' جیسا کہ عمرانؓ بن حصین کی حدیث میں ذکر ہے: حضرت عمران فرماتے ہیں کہ

''ہم زمانہ جاہلیت میں کہا کرتے تھے کہ''اللہ'' تیری وجہ سے ہم پر انعام کرے اور تیری صبح بخیر ہو' لیکن اسلام کے آنے کے بعد ہمیں اس سے روک دیا گیا''

غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب سلام کے لئے السلام علیکم کے علاوہ دوسرے کلمات جو دعا کا مفہوم ادا کرتے ہوں'' جائز نہیں'' تو صرف اشارہ کرنا جو آج کل رواج بن چکا ہے' وہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

اسلئے نبی کریمﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لاتسلموا تسلیم الیھود فان تسلیمھم بالروس والانف والاشارۃ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۸۴)

سلام کب جائز نہیں:

سلام کی ممانعت کی حالتیں اگرچہ علماء نے بہت ذکر کیں ہیں' جن میں تلاوت قرآن' کھانا کھانا' جنابت' اور قضا' حاجت کی حالت میں شامل ہیں' لیکن حدیث کی جو نصوص ہیں ان میں صرف پیشاب و پاخانہ اور نماز کی حالت میں سلام کہنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں بعض روایات پیش خدمت ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا اور آپ ﷺ پیشاب کی حالت میں تھے جس کی وجہ سے سلام کا جواب نہ دیا۔

اور اسی طرح مسند احمد کی روایت میں نماز کی حالت بیان کی گئی ہے لیکن اس کے بارے میں درج ذیل حدیث کا سہارا بھی لیا جا سکتا ہے' اگر کوئی بھول کر سلام کہہ ڈالے۔

عن عبداللہ بن حنظلۃ بن الراھب ان رجلا سلم علی النبی قد قال فلم یرد علیہ النبی' حتی قال بیدہ ان الحائط یعفی انہ تیمم (مسند احمد جلد ۵' ۲۲۵)

ان دو روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو حالت پیشاب میں سلام کیا تو آپ ﷺ نے اس کا جواب طہارۃ کے بعد دیا۔

سلام کی ابتدا کون کرے:

افضل اخلاق اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ انسان سلام کرنے میں پہل کرے اور حدیث پاک سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' "اللہ تعالیٰ کا قریب ترین انسان وہ ہے جو سلام میں پہل کرے"

تاہم حدیث نے ترغیب واضح فرمادی ہے:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ سوار آدمی کو پیدل چلنے والے پر اور چلنے والے کو بیٹھے ہوئے پر اور تھوڑوں کو زیادہ پر سلام کہنا چاہیے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ سوار پیدل چلنے والے سے اچھی حالت میں ہوتا ہے' اور جب وہ اپنے پیدل چلنے والے مسلمان بھائی کی عزت کرتے ہوئے اس کو سلام کہتا ہے تو اس کے دل میں انتہائی خوشی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ان کی باہمی محبت بڑھتی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔
مضامین بھیجنے والوں سے گزارش ہے کہ ایک صفحہ پر خوشخط اور اصل مضمون بھجیں' فوٹو کاپی نہ بھیجیں